10

جدید ہندوستان میں مذہبی اصلاحی تحریکیں

ہم آج کے خوش قسمت لوگ ہیں۔ اس لیے کہ ہم بیرونی اقتدار سے اور ان کئی سخت گیر پابندیوں سے آزاد ہیں، جن کا سامنا ہمارے پرکھوں کو کرنا پڑا تھا۔ ہندوستانی سماج 19 ویں صدی کے نصف اول تک ذات پات، انحطاط اور کٹرپن سے آلودہ تھا۔ وہ کچھ ایسے طریقوں پر عمل پیرا تھا، جو انسان دوستانہ احساسات یا اقدار سے میل نہیں کھاتے تھے، لیکن پھر بھی مذہب کے نام پر ان پر عمل کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ سماج میں تبدیلی کی ضرورت تھی۔ جب انگریز ہندوستان آئے تو انھوں نے انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ بعض جدید تصورات کو بھی اس ملک میں رائج کیا، یہ آزاد خیالی، سماج اور معاشی برابری، بھائی چارے، جمہوریت اور انصاف کے تصورات تھے، جنھوں نے ہندوستانی سماج پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ ہمارے ملک کی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں راجہ رام موہن رائے، ایشور چند ودیا ساگر، دیانند سرسوتی اور دوسرے کئی روشن خیال ہندوستانی میسر آئے جو سماج میں اصلاحات کرنے کے لیے کمربستہ تھے تا کہ وہ مغرب کے چیلنجوں کا سامنا کر سکے۔

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ:

- ہندوستان کی مذہبی اور سماجی اصلاحی تحریکوں کی بعض مشترکہ خصوصیات کو شناخت کر سکیں گے؛
- مذہبی اصلاحات میں راجہ رام موہن رائے اور ان کے برہمو سماج کے ادا کردہ رول کی وضاحت کر سکیں گے؛
- پرارتھنا سماج کو ایک ادارے کے طور پر شناخت کر سکیں گے، جس نے مذہبی اصلاحات کے ساتھ ساتھ سماجی اصلاحات کے لیے بھی کام کیا۔
- سماجی اور مذہبی اصلاحات میں آریہ سماج اور اس میں شریک لوگوں کی آئیڈیالوجی کی وضاحت کر سکیں گے؛

نوٹس

- 19ویں صدی میں ہندوستان کی بیداری کے لیے سرگرداں رام کرشن مشن کے اشتراک کی پرکھ کرسکیں گے؛
- قدیم ہندوستانی مذاہب کے فروغ میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی کوششوں کو سمجھ سکیں گے؛
- مسلمانوں کے درمیانی ثقافتی اور تعلیمی اصلاحات میں علی گڑھ تحریک کے اشتراک پر بات چیت کرسکیں گے؛
- اپنے سماج کو روشن خیال بنانے میں سکھوں اور پارسیوں کے ذریعہ انجام دی گئی اصلاحات کا جائزہ لے سکیں گے؛

10.1 مذہبی اور سماجی اصلاحی تحریکوں کی مشترکہ خصوصیات

19ویں صدی کے اواخر سے کئی یوروپی اور ہندوستانی اسکالروں نے قدیم ہندوستان کی تاریخ، فلسفہ، سائنس، مذاہب اور ادب کا مطالعہ شروع کیا۔ ہندوستان کی اس گذشتہ شان وشوکت نے ہندوستانی عوام کے دلوں میں اپنی تہذیب کے فخر و احترام کا احساس پیدا کیا۔ اس سے مذہبی اور سماجی اصلاح کاروں کو ہر طرح کے غیر انسانی رواجوں اور توہم پرستی کے خلاف جدو جہد کے کام میں مدد ملی۔

چونکہ ان اصلاح کاروں میں سے زیادہ تر مذہبی عقائد کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اس لیے سماجی اصلاح کی زیادہ تر تحریکیں، مذہبی نوعیت کی تھیں۔

یہ مذہبی اور سماجی تحریکیں ہندوستانی عوام کی سبھی برادریوں میں ابھریں۔ اور انھوں نے تعصب، توہم پرستی اور سخت گیر مذہبی طبقہ کی چودہراہٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔

ان اصلاحی تحریکوں نے ذات پات کے نظام 'چھوت چھات' پردے کے رواج، ستی کی رسم، کم عمر بچیوں کی شادی، سماجی نابرابری اور ناخواندگی کی مخالفت کی۔

ان میں سے بعض اصلاح کاروں کی انگریزوں نے راست یا بالواسطہ طور پر حمایت کی اور بعض اصلاح کاروں نے انگریزی حکومت کے ذریعہ پیش کردہ اصلاحی اقدامات اور ضوابط کی حمایت بھی کی۔

10.2 برہمو سماج اور راجہ رام موہن رائے

آج مردوں اور عورتوں کو مخصوص حقوق اور آزادی حاصل ہے، لیکن کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ہمیں یہ حقوق اور آزادی مخصوص اصلاح کاروں کی ان تھک کوششوں سے حاصل ہوئی۔ اس دور کے عظیم اصلاح کاروں میں راجہ رام موہن رائے کو ایک مخصوص مقام حاصل ہے۔ وہ مشرق اور مغرب کا بہترین امتزاج تھے۔ ایک عظیم ادبی صلاحیت کے مالک اور ہندوستانی ثقافت سے بخوبی بہرہ ور شخصیت راجہ رام موہن رائے

نے عیسائیت اور اسلام کا مطالعہ کرنے کے لیے خصوصی طور پر کوشش کی تا کہ وہ ان کے ساتھ مفاہمتی انداز میں بات چیت کر سکیں۔ انھیں ہندوستان میں موجود ایسے کئی رواجوں کے بارے میں شدید احساس تھا جنھیں مذہب کی منظوری حاصل تھی۔

ان کی کوششوں کا مرکز عین یہ تھا کہ ہندو دھرم کو مورتی پوجا، قربانی کی رسموں اور دوسرے بے معنی رسوم ورواج سے کس طرح نجات دلائی جائے۔ انھوں نے ان رسوم ورواج کو بڑھاوا دینے کے لیے پجاری طبقہ کی کڑی نکتہ چینی کی۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوؤں کی سبھی بنیادی قدیم کتابیں وحدانیت یعنی ایک بھگوان کی پوجا کا درس دیتی تھیں۔ مذہبی اصلاحات کے میدان میں ان کی سب سے بڑی کامیابی 1828 میں برہموسماج کا قیام تھا۔ برہموسماج مذہبی اصلاحات کی ایک اہم تنظیم تھی۔ اس نے مورتی پوجا کو ممنوع قرار دیا اور بے معنی رسوم ورواج کو شریک کرنے کی جانب جدو جہد کی۔ سماج نے اپنے ممبروں کے لیے دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کو بھی ممنوع قرار دیا۔ وہ مذاہب کے بنیادی اتحاد پر یقین رکھتے تھے۔ راجہ رام موہن رائے کا ماننا تھا کہ انسان کو سچائی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور جھوٹ اور توہم پرستی پر مبنی چیزوں کو ترک کر دینا چاہیے۔

راجہ رام موہن رائے محض ایک مذہبی مصلح نہیں تھے، بلکہ وہ سماجی مصلح بھی تھے۔ ان کی سب سے بڑی کامیابی 1929 میں ستی کی رسم پر پابندی لگوانا تھی۔ راجہ رام موہن رائے نے یہ محسوس کیا کہ ستی کی وجہ ہندو عورتوں کا انتہائی کمتر مقام ہے۔ چنانچہ انھوں نے حقوق نسواں کے پائدار حامی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ انھوں نے ستی کی اس رسم پر پابندی لگوانے کے لیے کئی برسوں تک بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ 1818 کے اوائل میں ستی کے مسئلہ پر رائے عامہ کو ابھارنے کے لیے کئی مقامات کا دورہ کیا۔ ایک طرف تو انھوں نے قدیم ترین مقدس کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے یہ دکھلایا کہ ہندو دھرم ہر طرح سے اس رسم کے خلاف تھا اور دوسری طرف انھوں نے لوگوں کی فہم وفراست، انسانیت اور ہمدردی کو جگایا۔ انھوں نے کلکتہ کے شمشان گھاٹوں پر جا کر بیواؤں کے رشتہ داروں کو ان کی خودسوزی کو روکنے اور اس سے باز رہنے کی ترغیب دی۔ ستی کے خلاف ان کی مہم نے روایت پسند ہندوؤں کی مخالفت کو ابھارا جنھوں نے ان کے اوپر کڑی نکتہ چینی کی۔

راجہ رام موہن رائے ذات پات کے نظام کے بھی سخت مخالف تھے۔ ایک انسان دوست اور جمہوریت پسند شخصیت ہونے کے ناطے انھوں نے ذات پات کے نظام کی مخالفت کو اپنا مقصد بنا لیا تھا۔ ایک دوسرا اہم میدان جس میں انھوں نے کام کیا، ہندو ودھان تھا۔ ویدوں اور اپنشدوں کے مطالعہ نے انھیں یہ بنیاد فراہم کی کہ ابتدائی ہندو عقیدہ وحدانیت ہی کا تھا اور اسی وجہ سے انھوں نے اصنام پرستی اور مورتی پوجا کی مخالفت کی۔ درحقیقت اس فلسفی نے کسی نئے مذہب کی تخلیق پر اصرار نہیں کیا، بلکہ ویدک مذہب کو خام اور انتہائی جاہلانہ توہم پرستی سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ تمام مذاہب اور پوری انسانیت کا خدا

نوٹس

صرف ایک ہے۔ وہ بنگالی اور انگریزی زبانوں میں لکھتے تھے۔ وہ انگریزی تعلیم کے سرگرم حامی تھے۔ فارسی زبان سے بھی ان کی واقفیت اچھی تھی اور انھوں نے اپنی شروع کی تحریروں میں اپنے انتہائی حریت پسندانہ اور عقلیت پسندانہ تصورات کو اظہار اسی زبان میں کیا تھا۔

انھوں نے کثرتِ ازدواج کے رواج پر ممانعت کی حمایت کی اور اس کے علاوہ کم عمری میں بچوں کی شادیوں پر روک لگانے پر زور دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ عورتیں تعلیم حاصل کریں اور ان کو املاک میں وراثت ملے۔ انھوں نے عورتوں کو محکوم بنا کر رکھنے کی مخالفت کی اور ان موجودہ تصورات کی نفی کی کہ عورتیں فہم و فراست اور اخلاقی شعور کے لحاظ سے مردوں سے کم تر ہیں۔ انھوں نے دوسری شادی کرنے کے بیواؤں کے حقوق کی حمایت کی۔

اپنے تصورات کا عملی شکل دینے کے لیے راجہ رام موہن رائے نے 1828 میں برہموسبھا کی بنیاد ڈالی، جس کو بعد میں برہموسماج کے نام سے جانا گیا۔ اس کے دروازے ذات، رنگ، ایقانات، قومیت اور مذہب سے قطع نظر سب کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ یہ ادارہ انسانی وقار پر زور دیتا تھا اور مورتی پوجا کی مخالفت کرتا تھا اور 'ستی پرتھا' جیسی سماجی برائیوں کی مذمت کرتا تھا۔ اس کے قیام کا مقصد ایک علیٰحدہ مذہبی طبقہ قائم کرنا نہیں تھا، بلکہ ایسی جگہ بنانا تھا، جہاں وہ تمام لوگ مل سکیں اور عبادت کرسکیں، جو ایک حقیقی خدا پر یقین رکھتے ہوں۔ اس جگہ پر نہ تو کسی مورتی کو لانے اور نہ ہی کسی طرح کی قربانیاں (بلی) اور دان کرنے کی اجازت تھی۔

برہموسماج کے بانیوں میں سے ایک دوارکا ناتھ ٹیگور کے بیٹے دیبندر ناتھ ٹیگور (1817-1905) راجہ رام موہن رائے کے بعد برہموسماج کے رہنما کی حیثیت سے ابھرے۔ انھوں نے برہموسماج میں ایک نئی روح پھونکی اور راجہ رام موہن رائے کے تصورات کی تشہیر کی۔ کیشیب چندر رائے نے ٹیگور کے بعد برہموسماج کی قیادت سنبھالی (1838-1884) برہموسماج نے شخصی آزادی، قومی فرض، یک جہتی اور مفاہمت کے اصولوں کی حمایت کی اور سبھی سماجی اداروں اور تعلقات کی جمہوریت کاری کو بڑھاوا دیا۔ چنانچہ یہ قومی بیداری کے احساس کا پہلا ادارہ بن کر ابھرا اور ہندوستانی عوام کے لیے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ تاہم برہموسماج اندرونی تنازعات کی وجہ سے کمزور ہوگیا اور اس کا اثر شہری تعلیم یافتہ گروپوں تک محدود ہوکر رہ گیا، لیکن اس نے بنگال کی دانشورانہ، سماجی اور سیاسی زندگی پر اپنا گہرا اثر چھوڑا۔

10.3 پرارتھنا سماج اور رانا ڈے

پرارتھنا، سماج کی داغ بیل ڈاکٹر آتما رام پانڈورنگ (1825-1898) نے بمبئی میں 1876 میں ڈالی جس کا مقصد استدلال پر مبنی عبادت اور سماجی اصلاحات تھا۔ پرارتھنا سماج کے دو عظیم ممبر آر۔ سی۔ بھنڈارکر اور مہادیو گووند رانا ڈے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو سماجی اصلاح مثال کے طور پر بین ذات کھانا پینا، بین

نوٹس

ذات شادیاں، بیوہ کی دوسری شادی اور عورتوں اور پسماندہ طبقات کی بہتری کے لیے وقف کر دیا۔

مہادیو گووند راناڈے (1901-1842) نے اپنی پوری زندگی پرارتھنا سماج کے لیے وقف کر دی۔ وہ وڈو ریمیرج ایسوایشن (بیواؤں کی دوسری شادی کی ایسوایشن) کے بانی تھے اور اس کے علاوہ انھوں نے دکن تعلیمی ایسوسی ایشن کی داغ بیل بھی ڈالی۔ انھوں نے پونا سارو جنک سبھا بھی قائم کی۔ راناڈے کے نزدیک مذہبی اصلاح، سماجی اصلاح کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ ان کا یہ بھی یقین تھا کہ اگر مذہبی تصورات کٹر ہوں تو سماجی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں کسی طرح کی کامیابی نہیں مل سکے گی۔ ایم۔جی۔ راناڈے مغربی ہندوستان میں سماجی اصلاح اور ثقافتی نشأۃ ثانیہ کے رہنما تھے۔

سماجی خدمات میں مصروف لوگوں کے لیے راناڈے کے عظیم پیغام یہ تھا کہ ہم اس کاز کے لیے کیے جانے والے تمام ایماندرانہ کام میں تعداد کی طاقت پر دستگاہ تو نہیں رکھ سکتے، لیکن یقین کی پختگی، پرستش کی یکسوئی، خود ایثاری کے لیے آمادگی، رضامندی پر دستگاہ تو رکھ سکتے ہیں۔

پرارتھنا سماج پر گو کہ برہمو سماج کا گہرا اثر تھا، لیکن اس نے مورتی پوجا کو ترک کرنے پر سختی سے اصرار نہیں کیا اور نہ ہی ذات پات کے نظام کی زیادہ سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ وہ ویدوں کو حتمی احکام نہیں سمجھتے تھے۔ نہ ہی وہ روح انسانی کے آواگون کے عقیدہ اور غذا کی تجسیم کے تصور پر یقین رکھتے تھے۔ ان کا مرکزی تصور خدا کی وحدانیت کا مثبت ایقان تھا۔

10.4 ڈی روزیو اور نوجوان بنگال تحریک

ہنری لوئی ویوین ڈی روزیو نے ایک استاد کی حیثیت سے کلکتہ کے ہندو کالج میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ گھڑیاں بیچنے کے لیے اسکاٹ لینڈ سے ہندوستان آئے تھے، لیکن بعد میں ہندوستان میں جدید تعلیم کو پھیلانا ہی انھوں نے اپنا مشن بنالیا۔

ڈی روزیو اپنی تعلیمات کے ذریعہ اور ایک ایسوسی ایشن کا قیام کر کے اساسی تصورات کی نشر و اشاعت کی۔ ان کی اس ایسوسی ایشن کا مقصد ادب، فلسفہ، تاریخ اور سائنس کے موضوعات پر مباحث اور تبادلۂ خیال منعقد کرنا تھا۔ انھوں نے اپنے طالب علموں اور پیروکاروں کو ہر طرح کے اقتدار پر سوالات اٹھانے کی ترغیب دی۔ ڈی روزیو اور ان کے مشہور پیروکاروں کو ڈیریزین اور نوجوانان بنگال کے نام سے جانا جاتا تھا اور وہ شعلہ فشاں محبّ وطن تھے۔ وہ فرانسیسی انقلاب (1789) کے تصورات اور برطانیہ کے حریت پسند انداز فکر پر یقین رکھتے تھے۔ ڈی روزیو کا 22 سال کی کم عمر میں ہیضہ میں مبتلا ہونے سے انتقال ہو گیا۔

نوجوان بنگال تحریک ڈی روزیو کی برطرفی اور اس کی موت کے بعد بھی جاری رہی۔ گو کہ یہ تحریک قیادت سے محروم تھی لیکن اس کے ممبر تدریس اور صحافت کے ذریعہ اساسی تصورات کی نشر و اشاعت

نوٹس

کرتے رہے۔

ایشور چندر ودیا ساگر

بنگال کے ایک دوسرے نمایاں مصلح ایشور چندر ودیا ساگر (1891-1820) تھے۔ گہرے اندازِ فکر کے حامل اس اسکالر نے خود کو عورتوں کی حالتِ زار کو سدھارنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ ان ہی کی سنجیدہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1856 میں ایک قانون کے ذریعہ بیواؤں کی دوسری شادی کے راستہ میں سے رکاوٹیں ختم کر دی گئیں۔ انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے میں نمایاں رول ادا کیا اور لڑکیوں کے لیے کئی اسکولوں کے قیام میں مدد دی۔ ودیا ساگر نے مذہبی مسائل سے خود کو زیادہ وابستہ نہیں رکھا۔ تاہم وہ ان سبھی لوگوں کے خلاف تھے جو مذہب کے نام پر اصلاحات کی مخالفت کرتے تھے۔

10.5 مغربی اور جنوبی ہندوستان میں اصلاحی تحریکوں کا پھیلاؤ

بنگال کے بعد دوسرا اہم علاقہ مغربی ہندوستان تھا، جہاں اصلاحی تحریکیں پھیلیں۔ بال شاستری جامبیکر بمبئی کے مصلحین میں سے پہلے تھے۔ انھوں نے برہمن روایت پسندی کو نشانہ بنایا اور عوامی ہندو دھرم کو سدھارنے کی کوشش کی۔

پرم ہنس منڈلی کی داغ بیل 1849 میں پونا، ستارا اور مہاراشٹر کے دوسرے شہروں میں ڈالی گئی۔ اس کے پیروکار ایک خدا کو مانتے تھے اور ذات پات کے نظام کی مخالفت کرتے تھے۔ اپنی میٹنگوں میں وہ نچلی ذات کے لوگوں کے ہاتھوں سے بنا کھانا لے کر جاتے تھے۔ وہ عورتوں کی تعلیم اور بیواؤں کی دوسری شادی کی حمایت کرتے تھے۔ مہادیو رانا ڈے کا ماننا تھا کہ سماجی اصلاحات کے بغیر سیاسی اور سماجی میدانوں میں پیش رفت کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ ہندو، مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔

مغربی ہندوستان کے دو اور عظیم اصلاح کار گوپال ہری دیشمکھ لوک ہت واری اور جیوتی راؤ گووند راؤ پھولے تھے۔ گونہ راؤ پھولے کو جوتی با کے نام سے جانا جاتا تھا۔ انھوں نے عورتوں کے مقام کو بلند کرنے اور پسماندہ عوام کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کام کیا۔ جیوتیبا نے اپنی بیوی کے ساتھ 1857 میں پونا میں لڑکیوں کے ایک اسکول کا قیام کیا۔ انھوں نے پسماندہ طبقات کے بچوں کے لیے بھی ایک اسکول کھولا۔ جیتو با پھولے مہاراشٹر میں بیواؤں کی دوسری شادی کے اولین رہبر تھے۔ انھوں نے برہمنوں کی چودہراہٹ کو چیلنج پیش کی۔ وہ دیہی افراد کے کاز کے حامی تھے اور انھوں نے مہاراشٹر میں دیہی ترقی کے لیے سرگرم طور پر کام کیا۔ مظلوم اور پسماندہ لوگوں کے کام کرنے کی وجہ سے انھیں ''مہاتما'' کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ 1873 میں انھوں نے اپنی تحریک کو استحکام دینے کے لیے ستیہ شودھک کی بنیاد ڈالی اور اس کو مقبول بنایا۔

نوٹس

ملک کے جنوبی حصوں میں کانڈوکری ویرسلنگم (1919-184) نے آندھرا پردیش میں بیواؤں کی دوسری شادی اور لڑکیوں کی تعلیم کی حمایت کی۔ ویدسماج کی بنیاد 1864 میں مدراس میں ڈالی گئی۔ اس تنظیم نے ذات پات کے نظام کو ترک کرنے اور بیواؤں کی دوسری شادی اور عورتوں کی تعلیم کے کاز کو آگے بڑھایا۔ اس نے روایتی ہندو دھرم کی توہم پرستی اور رسوم و رواج کی مخالفت کی اور خدائے برتر کے واحد ہونے کی تبلیغ کی۔ چمبٹی سردھرالو نائڈو ویدسماج کے سب سے مقبول رہنما تھے۔ انھوں نے ویدسماج کی کتابوں کا تمل اور تیلگو زبانوں میں ترجمہ کیا۔

ایک اہم تحریک جس نے خاص طور سے ہندوستانی سماج کے مظلوم اور پسماندہ طبقہ کے لیے کام کیا شری نارائن گرو (1928-1854) کے ذریعہ کیرل میں شروع کی گئی۔ 1903 میں انھوں نے شری نرائن دھرم پریپالن یوگم (SNDP) کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد سماجی اصلاحات کے لیے کام کرنا تھا۔ شری نارائن گرو ذات اور مذہب کی بنیاد پر فرق و امتیاز کو بے معنی سمجھتے تھے اور وہ اپنے نظریے، ایک ذات، ایک مذہب اور خدا سب کے لیے، کی حمایت کرتے تھے۔

متن پر مبنی سوالات 10.1

1۔ ان حالات کے بارے میں بتایئے جو برہموسماج کے قیام کی وجہ بنے؟

2۔ برہموسماج کے اصول کیا تھے؟

3۔ پرارتھنا سماج نے سماجی عدم توازن کو کم کرنے کے لیے کس طرح کام کیا؟

4۔ ایم۔ جی۔ راناڈے کون تھے؟

10.6 سوامی دیانند سرسوتی (1883-1824) اور آریہ سماج

آریہ سماج کی ایک دن کی میٹنگ میں شرکت کیجیے۔ آپ کو اس میں بہت سی عورتیں شرکت کرتی ہوئی ملیں گی۔ وہ اس میں یگیہ کرتی ہیں اور بھجن گاتی ہیں۔ یہ مول شنکر کا بنیادی اشتراک تھا، جو گجرات سے ہندوستان کی مذہبی اصلاحی تحریک کے ایک اہم نمائندے تھے۔ ان کو بعد میں دیانند سرسوتی کے نام سے جانا

نوٹس

گیا۔ انھوں نے 1875 میں آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔

شمالی ہند میں مذہبی اور سماجی اصلاحات کی سب سے بااثر تحریک کا آغاز دیانند سرسوتی نے کیا۔ یہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ویدوں میں وہ تمام معلومات وواقفیت موجود ہے، جو خدا نے انسان کو دی ہیں اور جدید سائنس کی بنیادی اور اہم باتوں کے بارے میں بھی یہ معلومات فراہم کرتے ہیں۔ وہ مورتی پوجا، بے جا رسوم ورواج اور پجاریت کے مخالف تھے۔ اس وقت موجود ذات کے نظام اور برہمنوں کے ذریعہ تبلیغ کردہ عوامی ہندو دھرم کی انھوں نے خاص طور سے مخالفت کی۔ انھوں نے مغربی سائنس کے مطالعہ کی ہمت افزائی کی۔ اپنے اس عقیدے کے ساتھ انھوں نے پورے ملک کا سفر کیا اور پھر 1875 میں بمبئی میں آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔

ستیہ ارتھ پرکاش ان کی سب سے زیادہ اہم کتاب ہے۔ ان کی تحریکوں اور تبلیغ میں ہندی کے استعمال نے شمالی ہندوستان کے عام آدمیوں کے لیے اسے قابلِ رسائی بنا دیا۔ آریہ سماج کے ارکان نے بچیوں کی کم عمری میں شادی کی مخالفت کی اور بیواؤں کی دوسری شادی کو بڑھاوا دیا۔ اس نے پنجاب، اترپردیش، راجستھان اور گجرات میں تیزی سے پیش رفت کی۔

آریہ سماج نے تعلیم کو فروغ دینے کی غرض سے پورے شمالی ہند میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے اسکولوں اور کالجوں کا ایک نیٹ ورک قائم کیا۔ لاہور کے دیانند ویدک اسکول نے، جو جلد ہی پنجاب کے پہلے کالج میں تبدیل ہوگیا۔ اس طرح کے اداروں کے لیے ایک نمونہ قائم کیا۔ ان اداروں میں ہندی اور انگریزی زبانوں میں جدید خطوط پر تعلیم دی جاتی تھی۔ لالہ ہنس راج نے اس میدان میں ایک اہم رول ادا کیا۔ 1902 میں سوامی شردھانند نے ہردوار کے نزدیک گروکل قائم کیا، جس کا مقصد تعلیم کے زیادہ روایتی تصورات کی نشر واشاعت کرنا تھا۔ اس گروکل کو قدیم آشرموں کے طرز پر قائم کیا گیا۔

آریہ سماج نے ہندوستان کے عوام میں خود اعتمادی اور خود انحصاری پیدا کرنے کے لیے کام کیا۔ اس سے قومیت پرستی کو بڑھاوا ملا۔ دوسری طرف اس کا ایک اہم مقصد ہندوؤں کو دوسرے مذاہب کو اپنانے سے روکنا تھا۔ اس نے ان ہندوؤں کے لیے جنھوں نے دوسرے مذاہب مثلاً اسلام اور عیسائیت کو اپنا لیا تھا، پاک کرنے کے لیے ایک رسم کی ابتدا کی جس کو ''شدھی'' کہا جاتا تھا۔

10.7 رام کرشن مشن اور سوامی وویکانند

گدادھر چٹوپادھیائے (1836-86) ایک غریب برہمن پجاری تھے۔ ان کو بعد میں راما کرشن پرماہنس کے نام سے جانا گیا۔ ان کی تعلیم ابتدائی مرحلہ سے آگے نہیں بڑھ پائی اور نہ ہی انھوں نے فلسفہ اور شاستروں کی رسمی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے اپنی زندگی بھگوان کے لیے وقف کردی۔ ان کا ماننا تھا کہ خدا تک پہنچنے

کے کئی راستہ ہیں اور یہ کہ خدمت خلق ہی خدا کی عبادت ہے۔اس لیے کہ انسان خدا کی تجسیم ہے۔ چنانچہ ان کی تعلیمات میں فرقہ پرستی کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ انھوں نے انسان دوستی میں دیوتائی کومحسوس کیا اور انسان کی خدمت کو ہی نجات کا ذریعہ مانا۔

نریندرناتھ دت (1863-1902) جن کو بعد میں سوامی وویکا نند کے نام سے جانا گیا، رام کرشن پرماہنس کے سب سے قریبی شاگرد تھے۔ جنھوں نے اپنے گرورام کرشن کی تعلیمات کو ساری دنیا میں پھیلایا۔ اس کے لیے انھوں نے خاص طور سے امریکہ اور یوروپ میں کام کیا۔

سوامی وویکانند کو ہندوستان کے روحانی ورثہ پر فخر تھا،لیکن ان کا ماننا تھا کہ کوئی بھی فرد یا قوم دوسروں کی برادری سے الگ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتی۔ انھوں نے ذات پات کے نظام، کٹر رسوم و رواج، صدیوں پرانی توہم پرستی کی مخالفت کی اور حریت پسندی، آزادانہ فکرونظر اور مساوات کی حمایت کی۔

وویکانند دل سے محبّ وطن تھے۔ انھیں ہندوستانی ثقافت کے ارتقا پر بھرپور بھروسہ تھا اور اس کی ثقافت کی اچھائیوں اور عظمتوں کو ابھارنے کا زبردست جوش تھا تا کہ ہندوستان کی آگے طرف پیش رفت میں وہ اس کی بھرپور طور سے مدد کرسکیں۔

سوامی وویکانند نے سبھی مذاہب کے ایک ہونے کی راما کرشن کے فلسفہ پر زور دیا جوان کے خیال میں سب سے زیادہ معقولیت پسند نظام تھا۔

وویکانند کے سماجی فلسفہ کا بنیادی اصول عوام کو ابھارنے پر ان کا اصرار تھا۔ ان کے نزدیک غریبوں اور لاچاروں کی مدد ہی سب سے اعلیٰ وارفع مذہب تھا۔ اس طرح کی خدمت کی انجام دہی کے لیے انھوں نے 1897ء میں راما کرشن مشن کا قیام کیا۔ یہ مشن آج بھی قحط، سیلابوں اور وبائی بیماریوں میں جیسی قومی آفات کے دور میں سماجی خدمات فراہم کرنے کا اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ کئی اسکول، کالج اور یتیم خانے بھی چلائے جاتے ہیں۔

1893ء میں وویکانند نے شکاگو، امریکہ میں منعقدہ عالمی مذہبی کانفرنس (مذاہب کی پارلیمنٹ) میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں انھوں نے یہ دلیل دی کہ ویدانت صرف ہندوؤں کا ہی نہیں، بلکہ سب کا مذہب ہے۔ کانفرنس میں ان کی تقریر دوسرے ملکوں کے لوگوں پر گہرا اثر چھوڑا اور اس طرح ہندوستانی ثقافت کے وقار کو دنیا کی نظروں میں ابھارا۔ گو کہ ان کا مذہب اپنی نوعیت کے لحاظ سے مذہبی تھا، لیکن وہ قومی زندگی کے سبھی پہلوؤں کی بہتری میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے لوگوں کی مایوس کن اور لاچار حالت پر اپنی فکر و تشویش کا اظہار کیا اور ان کا کہنا تھا کہ عوام کو نظرانداز کرنا گناہ ہے۔ انھوں نے کھل کر کہا کہ ''یہ ہم ہی ہیں جو اپنی حالت زار اور تنزلی کے لیے ذمہ دار ہیں۔'' انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہم سبھی ہم وطنوں کو اپنی بحالی کے لیے کام کرنا ہوگا۔ اس مقصد کے لیے کافی بڑی تعداد میں لوگوں کو رام کرشن مشن نے تربیت دی۔

اس طرح سوامی وویکانند نے سماجی بھلائی یا سماجی خدمات پر زور دیا۔

متن پر مبنی سوالات 10.2

1۔ آریہ سماج کی بنیاد کس نے ڈالی؟

2۔ دیانند اینگلو ویدک کالج پہلی بار کہاں قائم کیا گیا؟

3۔ گدادھر چٹو پادھیائے کے مطابق آپ نجات کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

4۔ سوامی وویکانند کا اصلی نام کیا تھا؟

5۔ سوامی وویکانند کے مطابق اعلیٰ وارفع مذہب کیا ہے؟

10.8 تھوسوفیکل سوسائٹی اور اینٹی بیسینٹ

تھوسوفیکل سوسائٹی نے جدید ہندوستان کے مذہب، سماج اور ثقافت میں ایک اہم رول ادا کیا۔ اس کا قیام 1875ء میں ایک روسی خاتون مادام ایچ۔ پی۔ بلاوتسکی اور ایک امریکی کرنل ایچ۔ ایس۔ اولکاٹ نے امریکہ میں کیا تھا۔ اس کا مقصد قدیم مذاہب، فلسفوں اور سائنس میں مطالعات کو فروغ دینا اور انسان کے اندر مخفی توانائیوں کو ابھارنا اور انسانوں کے درمیان عالمگیر بھائی چارے کو قائم کرنا تھا۔

یہ سوسائٹی 1879 میں ہندوستان میں قائم کی گئی اور 1886 میں اس کا ہیڈ کوارٹر مدراس کے قریب اڈیار میں قائم کیا گیا۔ اس کا اثر اینی بیسینٹ کے زیر قیادت 1893 میں پھیلا جنھوں نے ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں ایک اہم رول ادا کیا۔ انھوں نے اور ان کے معاونین نے قدیم مذاہب ہندودھرم، زرتشت ازم اور بودھ دھرم کی تجدید اور ان کو مستحکم بنانے کی حمایت کی۔ انھوں نے روح کے تناسخ کے عقیدے کو نئے سرے سے منظّم کیا۔ انھوں نے انسانوں کے عالمگیر بھائی چارے کی بھی نشر و اشاعت کی۔ انھوں نے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے دلوں میں اپنے ملک کے لیے فخر کا احساس پیدا کیا۔ اینی بیسینٹ کی تحریک ایسی تحریک تھی، جس کی قیادت اور مدد حمایت ان مغربی افراد کی جانب سے کی گئی جو ہندوستان کی مذہبی اور فلسفیانہ

نوٹس

روایات کے معترف تھے۔ اس کی وجہ سے ہندوستانیوں کو اپنے اندر خود اعتمادی کے جذبے کو جگانے میں مدد ملی۔

درحقیقت تعلیم کے میدان میں اینی بیسینٹ کی سرگرمیاں نمایاں اور اہم تھیں۔ انھوں نے بنارس میں سینٹرل ہندو کالج کی بنیاد ڈالی جسے بعد میں انھوں نے مدن موہن مالویہ کے سپرد کردیا، جنھوں نے اس کالج کو ترقی دے کر بنارس ہندو یونیورسٹی میں تبدیل کردیا۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کو گوکہ عوامی مقبولیت حاصل نہیں تھی، لیکن اینی بیسینٹ کی قیادت میں ہندوستانی عوام کی بیداری کے لیے اس کا کام قابلِ ذکر ہے۔ انھوں نے ہندوستانی عوام کے قومی جذبہ کو ابھارنے میں انتہائی نمایاں حصہ ادا کیا۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ادیار ہیڈ کوارٹر سنسکرت کی نایاب کتابوں کی لائبریری کے ساتھ معلومات کا مرکز بن گیا۔

اس سوسائٹی نے چھوت چھات کے خلاف جدوجہد کی اور عورتوں کے مقام کو بہتر بنانے کے لیے کام کیا۔ اینی بیسینٹ نے اپنی پوری زندگی ہندوستانی سماج کے کاز کے لیے وقف کردی۔ انھوں نے اپنے مشن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ”ہندوستان کے کام کا آغاز قدیم مذاہب کی تجدید استحکام اور بہتر بنانے کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ اپنے ساتھ عزت نفس اور ماضی پر فخر، مستقبل پر یقین اور ایک ناگزیر نتیجہ کے طور پر حب الوطنی کی ایک عظیم لہر لے کر آیا ہے، جو ایک قوم کی تعمیر نو کا آغاز ہے۔“

ہندوستان میں مسز اینی بیسینٹ کی کئی کامیابیوں میں سے ایک سینٹرل ہندو کالج کا قیام تھا۔ انھوں نے ہندوستان کو اپنا مستقل گھر بنالیا تھا اور ہندوستان کی سیاست میں سرگرم حصہ لیا۔ ہندوستان کی دوسری ضروریات میں سے ایک ضرورت قومی جذبہ کو ابھارنا ہے اور ہندوستانی تصورات پر مبنی تعلیم کو رائج کرنا ہے جن پر مغربی فکر ونظر اور تصورات کا ”غلبہ نہ ہو“ انھوں نے ہندوستانیوں کے لیے ہمیشہ ہوم رول کی حمایت کی اور حکومت خود کا پیغام پھیلانے کے لیے 1916 میں ہوم رول لیگ کی بنیاد ڈالی۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی کی شاخیں پورے ہندوستان میں کھولی گئیں اور اس کا جرنل ”تھیوسوفسٹ“ کا وسیع سرکولیشن تھا۔ اس سوسائٹی نے پورے ہندوستان، اور خاص طور سے جنوبی ہندوستان میں سماجی اور مذہبی اصلاحات میں معاونت کی سوسائٹی کے زیادہ تر کام پر اینی بیسینٹ کا اثر تھا۔

متن پر مبنی سوالات 10.3

1۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کہاں قائم کی گئی تھی؟

2۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کس نے قائم کی؟

نوٹس

3۔ ہندوستان میں تھوسوفیکل سوسائٹی کا صدر دفتر کہاں تھا؟

4۔ 1916ء ہوم رول لیگ کس نے قائم کی؟

10.9 علی گڑھ تحریک اور سر سید احمد خاں

آپ نے ابھی ہندو دھرم، اس کے طور طریقوں اور سماجی اداروں میں اصلاحات کے بارے میں پڑھا ہے۔ اسی طرح کی اصلاحی تحریکیں مذہب اسلام میں بھی کام کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ مغربی تعلیم اور ثقافت کے ساتھ رابطہ سے گریز کرتا تھا اور یہ 1857 کے غدر کے بعد ہی ممکن ہوا کہ مذہبی اصلاحات کے جدید تصورات وقوع پذیر ہونا شروع ہوئے۔ ان اصلاحات کا آغاز محمڈن ادبی سوسائٹی کے ذریعہ ہوا جس کو 1863ء میں نواب عبداللطیف (1828-1893) نے کلکتہ میں قائم کیا تھا۔ اس سوسائٹی نے جدید تصورات کی روشنی میں مذہبی سماجی اور سیاسی مسائل پر غور وخوض اور تبادلۂ خیالات کا آغاز کیا اور اعلیٰ اور درمیانہ طبقہ کو مغربی تعلیم حاصل کرنے پر ابھارا۔ اس نے مسلم اتحاد کے لیے بھی ایک اہم رول ادا کیا۔ مسلم عوام چشتی صوفیوں کے ذریعہ چلائی گئی تحریکوں سے بھی متاثر تھے، جو نہ صرف خدا کی بندگی کی تبلیغ کرتے تھے، بلکہ صوفی بزرگوں کے عزت و احترام کو بھی بڑھاوا دیتے تھے۔ ایک دوسری تحریک دہلی میں شاہ ولی اللہ کی رہنمائی میں کام کر رہی تھی جو غیر روایتی مذہبی طور طریقوں کی مخالفت کرتی تھی اور جس نے شیعہ طبقہ اور کٹر وحدانیت کی تجدید کی۔ لکھنؤ میں فرنگی محل کی فلسفیانہ اور دانشورانہ روایات کو نئے تعلیمی نصاب میں سمویا گیا اور اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران پورے ہندوستان میں اس کی تشہیر کی گئی۔ شریعت اللہ بنگال میں فرائضی تحریک کے رہنما تھے، جس نے دیہی مسلمانوں کے کاز کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں کے درمیان ذات پات کے نظام کی مخالفت بھی کی۔

رائے بریلی اتر پردیش کے سید احمد خاں مسلم مصلحین میں سب سے زیادہ نمایاں مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے مسلم دستکاروں کی توجہ الہ آباد اور پٹنہ میں بنائی کے کاروبار کی تنزلی کی جانب مبذول کرائی اور سماجی ابتری کے دور میں ایک مشترکہ عقیدے کے ذریعہ عام آدمی کو وقار اور شناخت فراہم کی۔ انھوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ جب تک مسلمان برطانوی حکومت کے تبدیل شدہ ماحول میں نہیں ڈھلتے اس وقت تک وہ حیثیت اور خوشحالی کے سبھی نئے مواقع سے محروم رہیں گے۔ وہ جدید سائنٹفک انداز فکر سے گہرے طور پر متاثر تھے اور ساری زندگی اس کو اسلام کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ انھوں نے

نوٹس

معقولیت پسندی اور سائنس کی روشنی میں قرآن شریف کی تشریح کی۔ انھوں نے تنقیدی رویہ اور آزادانہ انداز فکر اپنانے کے لیے لوگوں پر زور دیا۔ انھوں نے تعصب پرستی، تنگ نظری اور خلوت پسندی کے خلاف لوگوں کو خبردار کیا۔ انھوں نے لوگوں کو وسیع النظری اور صبر وتحمل کو اپنانے کی تلقین کی۔ 1883 میں انھوں نے کہا کہ اب ہم دونوں (ہندو اور مسلمان) ہندوستان کی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں، گنگا اور جمنا کے مقدس پانی کو پیتے ہیں۔......ہم ہندوستانی مٹی کی پیداوار سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ ہم ایک قوم ہیں اور ملک کی، اور ہم دونوں کی ترقی اور فلاح و بہبود، ہمارے اتحاد باہمی ہمدردی اور پیار ومحبت پر منحصر ہے جبکہ ہمارا عدم اتفاق، خودرائی اور مخالفت اور ایک دوسرے کے برے خیالات وتاثرات ہمیں یقیناً تباہ کردیں گے۔''

سید احمد خاں بجا طور پر یہ محسوس کرتے تھے علیحدگی پسندی سے مسلم برادری کو نقصان ہوگا اور اس کو روکنے کے لیے انھوں نے بیرونی دنیا کی ترقی پسند ثقافتی قوتوں کے ساتھ روابط بنانے کے لیے اپنی بہترین کوششیں کیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے تئیں برطانوی حکومت کے معاندانہ رویّے کو ختم کرنے کے لیے ان تھک کوششیں کیں، کیونکہ برطانوی حکمراں مسلمانوں کو اپنا حقیقی دشمن سمجھتے تھے۔

وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ مسلمانوں کی مذہبی اور سماجی زندگی کو مغربی سائنٹفک معلومات اور ثقافت کے ذریعہ ہی بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے جدید تعلیم کا فروغ پہلا فریضہ ہے۔ ایک عہدیدار کی حیثیت سے انھوں نے کئی جگہوں پر اسکول کھولے۔ انھوں نے کئی مغربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کروایا۔ انھوں نے 1875ء میں علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی داغ بیل ڈالی۔ اس کا مقصد مغربی سائنس اور ثقافت سے مسلمانوں کو روشناس کرانا تھا۔ بعد میں یہ کالج ترقی کرکے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوگیا۔

مسلمانوں کے درمیان سرسید احمد خاں کے ذریعہ شروع کی گئی وسیع النظر، سماجی اور ثقافتی تحریک کو علی گڑھ تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی ابتدا علی گڑھ سے ہوئی تھی۔ اینگلو اورینٹل کالج اس تحریک کا مرکز تھا۔ اس کا مقصد مذہبی روابط کو کمزور کیے بغیر مسلمانوں کے درمیان جدید تعلیم کو فروغ دینا تھا۔ یہ ہندوستان مسلمانوں کے لیے مرکزی تعلیمی ادارہ بن گیا۔

علی گڑھ تحریک بعد میں مسلمانوں کی احیاء کے لیے بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ اس نے ملک کے مختلف حصوں میں منتشر مسلمان کے لیے نقطۂ ارتکاز فراہم کردیا۔ اس نے مسلمانوں کو تصورات کا مشترکہ خزانہ اور مشترکہ زبان اردو فراہم کی۔ اردو بان کی تخلیقات کی ترتیب واشاعت کے لیے ایک مسلم پریس قائم کیا گیا۔

سید احمد خاں کی کوششوں کا سلسلہ سماجی میدان تک پھیلا۔ انھوں نے سماجی اصلاحات کے لیے کام کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلم عورتیں تعلیم حاصل کریں اور انھوں نے پردے کو ختم کرنے کی حمایت کی۔ وہ کثرت ازدواج کے بھی خلاف تھے۔

علی گڑھ تحریک کے علاوہ دوسری کئی سماجی، مذہبی تحریکیں تھیں، جنھوں نے مسلمانوں کے درمیان قومی

نوٹس

بیداری کے لیے معاونت کی، مرزا غلام احمد نے 1899ء میں احمدیہ تحریک قائم کی۔ اس تحریک کے تحت پورے ملک میں کئی اسکول اور کالج کھولے گئے جہاں جدید تعلیم فراہم کی جاتی تھی۔ اس تحریک کے ممبروں نے اسلام کی عالمگیر اور انسان دوستانہ کردار پر زور دیا۔ انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے لیے کام کیا۔

جدید ہندوستان کے عظیم ترین شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنی شاعری سے مسلمانوں کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ انھوں نے اپنے فلسفیانہ اور مذہبی انداز فکر سے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی متاثر کیا۔ انھوں نے ایک حرکی نظریہ اپنانے کی ضرورت پر زور دیا، جو دنیا کو تبدیل کر کے رکھ دے۔ بنیادی طور پر وہ ایک انسان دوست تھے۔

10.10 پارسیوں کے درمیان اصلاحی تحریکیں

پارسیوں کے درمیان مذہبی اصلاح کا آغاز بمبئی میں 19ویں صدی عیسوی کے وسط سے ہوا۔ 1851 میں نوروجی فردون جی، دادا بھائی نوروجی، ایس۔ایس۔ بنگالی اور دوسرے ممتاز پارسیوں نے ''رہنمائے مارا دیا سان سبھا'' یا مذہبی اصلاحی ایسوسی ایشن قائم کی۔ انھوں نے ''راست گفتار'' کے نام سے ایک رسالہ نکالا۔ جس کا مقصد پارسیوں کے درمیان سماجی، مذہبی اور اصلاحات کرنا تھا۔ انھوں نے تعلیم کو اور خاص طور سے لڑکیوں کے درمیان تعلیم کو پھیلانے میں ایک اہم کردار نبھایا۔ انھوں نے مذہبی میدان میں پیوست روایت پسندی کی مخالفت کی اور لڑکیوں کی تعلیم عورتوں کے سماجی رتبہ سے متعلق پارسی رسوم ورواج کی جدید کاری کی ابتدا کی۔ وقت کے ساتھ ساتھ پارسی سماجی طور پر ہندوستانی سماج کا سب سے زیادہ مغربی اثر والا طبقہ بن گئے۔

10.11 سکھوں کے درمیان مذہبی اصلاحات

سکھوں کے درمیان مذہبی اصلاحات کا آغاز 19ویں صدی عیسوی کے اواخر میں اس وقت ہوا جب امرتسر میں خالصہ کالج شروع ہوا۔ سنگھ سبھا کی کوششوں (1870) اور برطانوی حکومت کی مدد وحمایت سے 1892ء میں امرتسر میں خالصہ کالج کا قیام عمل میں آیا۔ اس کالج اور اسی طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قائم اسکولوں کے ذریعہ گومکھی، سکھ تعلیمات اور مجموعی طور پر پنجابی ادب کو فروغ حاصل ہوا۔

1920 کے بعد پنجاب میں اکالی تحریک کے ابھرنے سے سکھ تحریک میں تیز رفتاری پیدا ہوئی۔ اکائیوں کا بنیادی مقصد گردواروں کی انتظامیہ کو بہتر بنانا تھا جو پجاریوں یا مہنتوں کی زیرنگرانی تھے جو اس کو اپنی نجی جاگیر سمجھنے لگے تھے۔ 1929 میں ایک قانون منظور کیا گیا جس کی رو سے گردواروں کی انتظامیہ شرومنی گردوارہ

پر بندک کمیٹی کو سونپ دی گئی۔

10.12 اصلاحی تحریکوں کے اثرات

انگریز سماج کے روایتی اعلیٰ طبقہ کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اس کے نتیجے میں صرف دو اہم قوانین منظور کیے گئے۔ عورتوں کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے کچھ قانونی اقدامات کیے گئے۔ مثال کے طور پر ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا گیا (1829)۔ نوزائیدہ بچیوں کو مار ڈالنے کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ 1856 میں ایک قانون کو منظور کر کے بیواؤں کی دوسری شادی کی اجازت دی گئی۔ 1860 میں ایک قانون کے تحت لڑکیوں کی قابلِ شادی عمر بڑھا کر 10 سال کر دی گئی۔

1872 میں ایک قانون منظور کر کے بین ذات اور بین برادری شادی کی منظوری دی گئی۔ ایک دوسرا قانون 1891 میں منظور کیا گیا، جس کے تحت بچوں اور بچیوں کی کم عمری میں شادی ممنوع قرار دی گئی۔ کم عمری میں شادی کو روکنے کی غرض سے 1929 میں شاردا ایکٹ منظور کیا گیا، جس کے مطابق 14 سال سے کم عمر لڑکی اور 18 سال سے کم عمر لڑکے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ 20ویں صدی میں اور خاص طور سے 1919 کے بعد ہندوستانی قومی تحریک سماجی اصلاحات کا مرکزی ذریعۂ تشہیر بن گئی۔ دھیرے دھیرے اصلاح کاروں نے ہندوستانی عوام تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مقامی زبانوں کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ناولوں، مختصر کہانیوں، شاعری، پریس کا استعمال کرنا شروع کر دیا اور پھر تیسویں دہائی (1930) میں سینما نے بھی ان کے نظریات و خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا۔

لا تعداد افراد، اصلاحی سوسائٹیوں اور مذہبی تنظیموں نے عورتوں کے درمیان تعلیم کو پھیلانے کم عمر بچوں کی شادیوں کو روکنے، عورتوں پر سے پردے کی پابندی اٹھانے، ایک ہی عورت کے ساتھ زندگی گذارنے اور اوسط درجے کی عورتوں کو روزگار اپنانے یا نوکری کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے کام کیا۔ ان سبھی کوششوں کی وجہ سے ہندوستانی عورتوں نے ملک کی جدوجہد آزادی میں ایک اہم کردار نبھایا۔ اس کے نتیجہ میں بہت سے توہمات ختم ہو گئے اور دوسرے کئی ختم ہونے کے قریب تھے۔ اب بیرونی ممالک کا سفر کرنا کوئی گناہ نہیں رہ گیا تھا۔

متن پر مبنی سوالات 10.4

1۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کس نے قائم کیا؟

2۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کہاں واقع ہے؟

3۔ مسلم خواتین کے بارے میں سرسید احمد خاں کا کیا نظریہ تھا؟

4۔ محمڈن ادبی سوسائٹی کہاں واقع ہے؟

5۔ پارسیوں کے تین مشہور سماجی، مذہبی اصلاح کاروں کے نام بتایئے؟

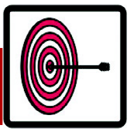

آپ نے کیا سیکھا

- ہندوستان پر برطانوی حکومت کا اثر کئی سماجی اور مذہبی اصلاحات کا سبب بنا۔
- راجہ رام موہن رائے کو جدید تعلیم کو پھیلانے میں ہندوستان کی بیداری کی مرکزی شخصیت سمجھا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ہندوستان میں سائنس اور ٹکنالوجی کو رائج کیا اور کئی سماجی لعنتوں کے خلاف ان تھک جدو جہد کی۔
- آر۔ جی۔ بھنڈارکر اور ایم۔ جی۔ راناڈے نے بین ذات شادیوں کی تشہیر کرکے، پجاریوں کو چودہراہٹ سے آزادی دلا کر اور عورتوں کی قسمت کو بہتر بنا کر پرارتھنا سماج کے ذریعہ مہاراشٹر میں مذہبی اصلاحات کے کام انجام دیے۔
- سوامی دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی اور ویدوں کی تشریح کے لیے لوگوں کے حق کی مانگ کی اور پجاریوں کے استبداد سے نجات پانے کے لیے لوگوں سے اپیل کی۔ ان سب کے علاوہ اس تنظیم نے چھوت چھات اور ذات پات کے کٹر نظام کے خلاف جدو جہد کی اور جدید تعلیم کو فروغ دیا۔
- عظیم انسان دوست سوامی وویکانند نے اپنے راما کرشن مشن کے ذریعہ مذہبی تنگ نظری کی مذمت کی، آزادانہ اندازِ فکر کو بڑھاوا دیا اور غریبوں کی مدد پر زور دیا۔
- اینی بیسینٹ کی رہنمائی میں تھیوسوفیکل سوسائٹی نے قدیم ہندوستانی مذاہب، فلسفوں اور عقائد کے مطالعات کو فروغ دیا۔
- سید احمد خاں نے مسلمانوں کے درمیان مذہبی اصلاحات پر کام کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی، کثرت ازدواج، پردے کے نظام پر تنقید کی اور مذہبی عدم برداشت،

نوٹس

جہالت اور خلاف منطق باتوں پر نکتہ چینی کی۔

اختتامی سوالات

1۔ ہندوستان سماجی اصلاحات کے میدان میں راجہ رام موہن رائے کا کیا کردار تھا؟

2۔ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ پرارتھنا سماج مذہبی اصلاحات اور سماجی اصلاحی پر کام کر رہی تھی؟

3۔ ویدوں پر آریہ سماج کے عقیدے کو آپ کس طرح درست قرار دیں گے؟

4۔ 19ویں صدی میں رام کرشن مشن نے ہندوستانی عوام میں کس طرح بیداری پیدا کی، وضاحت کیجیے؟

5۔ مسلم کمیونٹی کی برائیوں کو دور کرنے میں سید احمد خاں کی کوششوں پر تبادلۂ خیال کیجیے۔

6۔ ہندوستانی سماج کے فروغ میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کے حصہ کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، تفصیلی طور پر بیان کیجیے۔

7۔ سکھ مصلحین کے ذریعہ انجام دی گئی اصلاحات کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

10.1

1۔ سماج میں رائج ستی پرتھا، ذات پات کے نظام جیسے طور طریقے۔

2۔ مورتی پوجا کی مخالفت، قربانیوں کی تردید، چڑھاوا کی تردید، ستی کی رسم کی مذمت اور انسانی وقار۔

3۔ بین ذات شادیاں کرکے، بین ذات کھانا پینا، بیواؤں کی دوسری شادی، عورتوں اور پسماندہ طبقات کی قسمت میں بہتری۔

4۔ پرارتھنا سماج آئیڈیالوجی کے زبردست پیروکار۔

10.2

1۔ آریہ سماج کی داغ بیل دیانند سرسوتی نے ڈالی

2۔ 1886 میں لاہور میں

3۔ خدمت خلق نجات کا راستہ ہے

4۔ نریندر ناتھ دت

5۔ غریبوں اور مظلوموں کی مدد

نوٹس

10.3

1۔ امریکہ
2۔ ایم۔پی۔ بالوتسکی اور کرنل ایچ۔ایس اولوکاٹ۔ ایک امریکی
3۔ چنئی کے نزدیک ادیار
4۔ مسز اینی بیسینٹ

10.4

1۔ سید احمد خاں
2۔ علی گڑھ
3۔ پردہ نظام کا خاتمہ اور عورتوں کی تعلیم
4۔ 1863ء میں کلکتہ میں
5۔ دادا بھائی نوروجی، ایس۔ایس۔ بنگالی اور نوروجی فردون جی